آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء نمبر ۱۰

مطابق محرم الحرام ۱۳۳۷ ہجری

چندہ سالانہ

عام عہ خاص للعہ

فہرست مضامین

اعلیحضرت خلیفۃ المسیح حکیم الامۃ مولوی نورالدین صاحب رضؓ کی مجرب المجرب ادویہ

ہم نے ناظرین کی خاطر اپنے استاد نا المکرم کے تمام عمر کے تجربات بطور ہدیہ کے رکھ دیئے ہیں آپ نے بیشک مجرب ادویہ دیکھی ہونگی۔ مگر لاثانی وجود کی ایجاد بھی لاثانی ہوتی ہے جیسے فن طب میں بے مثل تھے ویسے ہی آپ کی تیر بہدف ادویہ بے مثل ہیں +

حب اکسیر جنین یہ گولیاں آپکی تمام عمر کی مجرب المجرب ہیں انکے استعمال سے خاص فضل ربی سے کئی گھر بھرے ہوئے ہیں۔ جو اسقاط حمل یعنی اٹھرا کی بیماری کی وجہ سے ویران تھے جنکی اولاد پیدا ہوتے ہی داغ مفارقت دیکر دل کو پاش پاش کر دیتی تھی یا قبل از وقت حمل ضائع جاتے تھے یا کچھ دن پیدا ہونے کے بعد زندہ رہکر فوت ہو جایا کرتے تھے اور والدین کے کلیجے صدمے سہتے سہتے ناامید و مایوس ہو چکے تھے۔ اب وہ گھر ان گولیوں کے استعمال سے بفضلہ تعالیٰ بھرے ہوئے ہیں قیمت فی تولہ عہ

حب بواسیر خونی کیسا ہی خون کیوں نہ جاتا ہو انکے استعمال سے بند ہو جاتا ہے اور دیر تک استعمال کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ کلی نجات ہوگی۔ قیمت ۲۴ گولی عمہ ر

حب جاوید ضعف دل و دماغ۔ جگر۔ جسم میں سستی۔ چہرہ بے رونق۔ بدن نحیف۔ آنکھیں زرد معدہ میں فتور آگیا ہو۔ غذا ہضم نہیں ہوتی۔ بیٹھکر اٹھنے سے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا ہو۔ ان اصحاب کے لئے حب جاوید کا استعمال کرنا تندرستی کا بیمہ کرنا ہے۔ اور کھوئی ہوئی طاقت کو واپس لانا ان کا فرض ہے تینتس ۳۳ گولیاں صرف عہ

طحال پرانی سے پرانی طحال یعنی ہانجہ کیوں نہو۔ چار روز کے استعمال سے انشاء اللہ تعالیٰ آرام آجاتا ہے۔ ۲۴ عدد گولیاں عہ

مرہم پھوڑے پھنسی۔ پرانے نئے زخم گندے گندے بلکہ ناسور تک بھی اس کے استعمال سے اچھے ہو جاتے ہیں۔ قیمت فی ڈبیہ عہ ر

تریاق معدی کمزوری معدہ۔ ضعف ہضم۔ پیٹ کا پھولنا۔ قراقر۔ قے۔ متلی۔ بدہضمی۔ ترش ڈکار۔ معدہ کی خرابی سے بے ترتیبی پاخانہ۔ اسہال۔ غذا کا ہضم نہ ہونا۔ ان امراض کے لئے مفید ہے۔ قیمت فی شیشی عہ

سرمہ نور کمزوری نظر۔ دھند۔ جالا۔ قریب کے ککرے۔ پڑوال۔ پھولا۔ رتوندی۔ لیسدار رطوبت کا جاری رہنا۔ آنسوؤں کا آنا۔ ان امراض میں آپ کا نہایت مجرب المجرب ہے۔ قیمت چھ ماشہ صرف عہ

ملنے کا پتہ۔ نظام جان عبدالرحمٰن کاغانی۔ قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

القول الحق

یعنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر اعتراضات کا جواب

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم-اے)

دیباچہ

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ دنیا سے ایمان اٹھ گیا ہے اور لوگ راہ راست کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور طرح طرح کی ضلالتوں میں گرفتار ہو گئے ہیں تو وہ مخلوق کی ہدایت اور بہتری کے لئے اپنے کسی بندے کو مبعوث کرتا ہے اور اسکو اپنے زندہ اور تازہ کلام سے مشرف کرتا ہے اور اسکو حکم دیتا ہے کہ اٹھ اور دنیا کی اصلاح کر۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی جب لامذہبی چاروں طرف اپنا دامن پھیلائے ہوئے تھی اور ایمان دنیا سے بالکل اٹھ چکا تھا اور لوگ طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا ہو رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم سُنّت کے مطابق اپنے ایک بندہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مامور بنا کر کھڑا کیا تا وہ دنیا کو ظلمات سے نکالکر نور کی طرف لاوے اور خالق اور مخلوق کے درمیان اس رشتہ کو پھر قائم کرے جو مخلوق کی اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا مگر جہاں اللہ تعالیٰ کی یہ سُنّت پوری ہوئی وہاں اسی دوسری سُنّت کا پورا ہونا بھی ضروری تھا جو قرآن شریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ :- یا حسرۃً علی العباد ما

یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون (یٰس)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وائے افسوس لوگوں پر کہ ان کی طرف کوئی بھی اللہ کا رسول ایسا نہیں آیا کہ انہوں نے اسکے ساتھ ٹھٹھا اور ہنسی نہ کی ہو۔ سو ضرور تھا کہ اس زمانہ کے رسول اور مصلح کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا جاتا اور اسکی باتوں پر ہنسی اڑائی جاتی کیونکہ اگر اسکے ساتھ ایسا نہ ہوتا تو اسکی صداقت مشتبہ ہو جاتی مگر چونکہ وہ اللہ کا رسول تھا اور اللہ تعالیٰ ہی نے عین ضرورت کے وقت اسے مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تھا اس لئے ممکن نہ تھا کہ وہ اس سنت اللہ سے باہر رہتا۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ یہ مخالفت اور ہنسی اور مذاق اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول کوئی غیر معقول بات پیش کرتے ہیں یا انکے ساتھ دلائل اور براہین نہیں ہوتے بلکہ یہ مخالفت اسلئے ہوتی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آتے ہیں جب دنیا کے لوگ خدائی رستوں کو چھوڑ چکے ہوتے ہیں اور روحانیت ان سے نکل چکی ہوتی ہے اور صحیح علم ان سے کھویا جا چکا ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریمؐ کی صداقت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

ظھر الفساد فی البر والبحر

یعنی اے لوگو غور کرو کہ برّ و بحر میں فساد ظاہر ہو چکا ہے اور دنیا گمراہی کی ظلمت میں پڑی ہے پس کیا ایسے وقت میں اس بات کی ضرورت نہیں کہ اللہ کی طرف سے کوئی رسول آوے۔ غرض رسول اسوقت مبعوث ہوتا ہے جب لوگوں سے صحیح علم مفقود ہو چکا ہو اور وہ صراط مستقیم کو چھوڑ بیٹھے ہوں اسلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ رسول کی مخالفت کریں اور اسکی باتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھیں اور اسپر ہنسی اور ٹھٹھا کریں کیونکہ وہ تو آسمان سے آتا اور آسمان کی باتیں کرتا ہے اور یہ زمین سے اٹھتے اور زمینی باتوں پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ وہ علم کی طرف بلاتا ہے اور یہ جہالت کی طرف جاتے ہیں وہ خدا کی باتیں سناتا ہے اور یہ طاغوت کے پیچھے چل رہے ہوتے ہیں وہ کتاب اور حکمت کا صحیح علم سکھاتا ہے اور یہ ہوا و ہوس کی اتباع کر رہے ہوتے ہیں وہ خدا کے مقرر کردہ معیاروں کو پیش کرتا اور یہ اپنے

من گھڑت معیاروں پر اسکو پرکھنا چاہتے ہیں پس ان حالات کے ماتحت مخالفت کا ہونا اور اسکے ساتھ ہنسی اور ٹھٹھا کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ دلائل اور براہین کی روشنی تو اسکو دیجاتی ہے مگر جسکی آنکھیں بند ہوں وہ روشنی کو کسطرح دیکھ سکتا ہے ہاں جو اپنی آنکھوں کو کھولتا اور تعصّب کی پٹی ان کے اوپر سے اتارتا ہے اور تقوی اللہ پر قائم ہو کر حق کی تلاش کرتا ہے وہ ضرور حق کو پالیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:- والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (العنکبوت ع ۷)

یعنی جو لوگ ہمارے راستہ کی تلاش کرتے ہیں اور اسکی طلب میں پورے پورے مجاہد بنتے ہیں ہم ضرور ضرور ان کو اپنے راستوں کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ مگر یہاں یہ حال ہو رہا ہے کہ پہلے حضرت مرزا صاحبؑ کو جھوٹا اور مفتری سمجھ لیا جاتا ہے اور پھر آپ کی باتوں اور دعاوی کی طرف توجہ کیجاتی ہے اور آپکی کتب کا مطالعہ کیا جاتا ہے ایسی حالت میں حق کسطرح نظر آسکتا ہے ہاں بیشک حق کی تڑپ دل میں رکھکر نیّت کی صفائی کے ساتھ ہماری باتیں سنو اور حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب کا مطالعہ کرو تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے وعدہ کے مطابق تم کو سمجھ دیگا اور اپنے راستوں کی طرف ہدایت کریگا۔ جو اپنے دل سے تکذیب کے تمام خیالات نکالکر اور ہر ایک صداقت کے قبول کرلینے کی تیاری کرکے اللہ تعالیٰ سے ہر قدم پر نصرت اور مدد چاہتا ہوا آگے بڑھتا ہے وہ ہرگز ضائع نہیں کیا جاتا پس صرف حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب پڑھکر اور وہ بھی اعتراض کرنے کی نیّت سے اس بات کا مدعی ہونا کہ ہم نے تحقیقات کرلی ہے شیوہ ایمان نہیں۔ جب حضرت مرزا صاحبؑ کی کوئی کتاب دیکھی ہی اس غرض سے جائیگی کہ کوئی اعتراض کی جگہ نکال جاوے تو نفس ضرور ٹھوکر کھائیگا جس طرح دیکھو آجکل عیسائی اور آریہ اور دیگر مذاہب کے پیرو قرآن شریف اور احادیث کو بہت پڑھتے ہیں اور اسلامی لٹریچر کے مطالعہ میں عمریں خرچ کردیتے ہیں مگر باوجود اسکے انکو حق نظر نہیں آتا بلکہ اور اعتراض سوجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تحقیقات کرنیوالے کو میں ضرور ضرور حق کا

راستہ دکھا دیتا ہوں یہی حال حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالفین کا ہے۔ انمیں سے بعض بیشک حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب کو زیر مطالعہ رکھتے ہیں مگر انکی نیت یہ نہیں ہوتی کہ اگر کوئی حق ہو تو ہم اسے پالیں بلکہ صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ اعتراض تلاش کریں سو ایسوں کو اعتراض مل بھی جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ویمدھم فی طغیانھم نیز یہ کہ فزادھم اللہ مرضا نیز یہ کہ کلا نمد ھؤلاء وھؤلاء یعنی جو خود دین کے راستہ کو چھوڑتا ہے اور دل میں بد ارادہ رکھتا ہے پھر اللہ کی طرف سے بھی اسے ڈھیل دی جاتی ہے کہ وہ اپنی بدی میں بڑھتا رہے اور اسکے دل کی بیماری ترقی کرتی رہتی ہے۔ فارسی میں بھی کسی نے خوب شعر کہا ہے کہ

خشت اوّل چوں نہد معمار کج ∴ تا ثریا می رود دیوار کج

یعنی جب پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھی گئی ہو تو عمارت کو کتنا ہی بلند لے جاؤ وہ ٹیڑھی ہی چلی جاویگی۔ پس جب تک نیّت کی صفائی نہ ہو اور حق کی سچی تڑپ نہ ہو تو خواہ کوئی شخص حضرت مرزا صاحبؑ کی ساری کتابیں پڑھ جاوے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اعتراض سوجھینگے۔ اور خاصکر وہ جو اعتراض کرنے ہی کے لئے پڑھتا ہے اسے بھلا حق کس طرح نظر آنے لگا اس کا تو وہی حال ہے جو قرآن شریف اہل کتاب کا ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ تبغونھا عوجا (آل عمران - ع ۱۰) یعنی اے اہل کتاب تمھارا یہ حال ہے کہ تم اللہ کی باتوں میں جو اس رسول کو دی گئیں کوئی کجی اور عیب ہی تلاش کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہو۔ غرض جب تک تحقیقات تقوی اللہ پر مبنی نہیں اسوقت تک کسی مفید نتیجہ کی امید نہیں کی جاسکتی سو پیشتر اسکے کہ میں اپنا اصل مضمون شروع کروں میں نہایت ادب اور سچے خلوص اور برادرانہ ہمدردی کے ساتھ اس رسالہ کے پڑھنے والوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میری اس تحریر کو تمام مخالفانہ خیالات اور تعصبات سے الگ ہو کر پڑھیں اور

دل میں یہ نیت کرلیں کہ اگر اس میں کوئی حق ہو تو اُسے ہم پالیں۔ دیکھو دین اور مذہب کا معاملہ کوئی معمولی معاملہ نہیں۔ بلکہ انسان کی رُوحانی موت اور زندگی کا سوال ہے۔ پس اسمیں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ بعض وقت انسان تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھکر بغیر سوچے سمجھے ایک قدم اُٹھاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ یہ قدم اُسے کسی آرام کی جگہ میں پہنچائے گا۔ مگر وہی قدم اسے جہنم میں گرا دیتا ہے۔ پس ہر قدم پر اللہ کی مدد چاہو۔ کیونکہ جب تک اس کی مدد نہ ہوں انسان ضعیف البنیان قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ مگر ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ بغیر سوچے سمجھے ہماری بات مان لو۔ کیونکہ جسطرح بغیر سوچے سمجھے انکار کردینے والا آلہی مواخذہ کے نیچے ہے اسی طرح بغیر سوچے سمجھے کسی بات کو مان لینے والا بھی جادۂ صواب سے انحراف کرنے والا ہے۔ پس چاہیئے۔ کہ اپنی خداداد عقل کو کام میں لاؤ۔ اور قرآن شریف اور احادیث اور سنت انبیاء کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی باتوں کو پرکھو۔ مگر اسکے ساتھ دُعا میں بھی لگے رہو۔ کیونکہ مجرد عقل بعض وقت ٹھوکر کھاتی ہے اور بجائے کسی مفید اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے انسان ظلمت میں گرفتار ہو جاتا ہے مگر جو ہر امر میں اللہ کی مدد چاہتا ہے۔ اور ہر قدم پر اسی کی نصرت طلب کرتا ہے۔ اور ہر تاریکی کے وقت اسی سے روشنی کا خواستگار ہوتا ہے۔ اور ہر مشکل کے وقت اسی کے دروازہ کی طرف رُخ کرتا ہے۔ وہ بچایا جائیگا۔ کیونکہ اس کی رُوح اللہ کی گود میں پرورش پاتی ہے۔ اور اس کو اللہ کی طرف سے ایک نُور دیا جاتا ہے۔ جو اُسے تمام ظلمات سے بچاتا۔ اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پس معزز ناظرین پیشتر اسکے کہ آپ میرے اصل مضمون کو شروع کریں۔ میں آپ کو اسی خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ جس نے آپ کو پیدا کیا۔ اور جسکے ہاتھ میں آپ کی جان ہے۔ اور جسکے سچے دین پر قائم ہونے کی آپ کو خواہش ہے۔ کہ آپ ٹھنڈے دل سے میری باتوں پر غور کریں۔ اور تھوڑی دیر کے لئے حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنے دل سے تمام تکذیب کے خیالات نکال دیں۔ اور اپنے لوح قلب کو ایسا صاف کردیں۔ کہ وہ ہر ایک نیک اثر کے قبول کرنے کو تیار ہو۔ اور اس بات کو سمجھ لیں کہ یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ آپ لوگوں نے سمجھ رکھا ہو۔ وہی درست ہو۔ بلکہ جو کچھ بھی قرآن شریف

اور احادیث اور سنت اللہ سے ثابت ہو جاوے۔ اسکے قبول کر لینے کو آپ بدل و جان حاضر ہوں۔ خواہ وہ آپ کے موجودہ خیالات سے کتنا ہی اختلاف رکھتا ہو۔ اگر آپ اس قدر قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ بسم اللہ بڑی خوشی سے شروع کیجئے۔ لیکن اگر آپ نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ جھوٹے تھے اور آپ اس خیال پر اس قدر پختہ ہو چکے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی اس سے الگ نہیں ہو سکتے اور آپکی نیت سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ کوئی اعتراض تلاش کریں یا ہماری باتوں کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑائیں تو ایسی حالتمیں مجھے خوف ہے کہ آپ کو اس مضمون کے پڑھنے سے چنداں فائدہ حاصل نہ ہوگا اور نہ ہی ایسی صورت میں آپ ہمارے اصل مخاطب کہلا سکتے ہیں۔ ہمارا مخاطب کون ہے؟ وہی جو حق کی خاطر ہر ایک قربانی کرنے کو تیار ہو اور جس نے کلی طور پر اپنی گردن قال اللہ اور قال الرسول کے سامنے ڈال رکھی ہو اور جسکے نزدیک مذہب ایک ہنسی اور کھیل نہ ہو بلکہ جو متانت اور سنجیدگی کے ساتھ دوسرے کی بات کو سن سکے اور اسپر ٹھنڈے دل سے غور کر سکے۔ ایسے ہی لوگ تھے جنہوں نوح ابراہیم موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام اور بالآخر ہمارے سید و آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا اور ایسے ہی لوگ ہیں جو حضرت مرزا صاحبؑ کو قبول کرتے ہیں اور کرینگے پس ہمارے مخاطب بھی یہی لوگ ہیں اور انہی سے خطاب کر کے میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوا اپنے مضمون کو شروع کرتا ہوں

وما توفیقی الا باللہ ھو مولای وعلیہ توکلت فنعم المولیٰ ونعم النصیر ؂

تمہید واضح ہو کہ جب حضرت مرزا صاحبؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت کے مقام پر مامور ہو کر مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا تو ہندوستان کے ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک آپ کے خلاف وہ طوفان بے تمیزی برپا ہوا کہ خدا کی پناہ۔ سارا ملک مخالفت کے لئے کھڑا ہو گیا اور ہر طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ آپ کو صفحہ دنیا سے میٹ دیا جاوے

یہ عظیم الشان روحانی جنگ جو حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کے مخالفین کے درمیان شروع ہوا یہ صرف ایک ہی میدان تک محدود نہ تھا بلکہ بیسیوں ہی میدان تھے جن میں کشت و خون کے کارنامے ہوئے۔ لیکن ان میدانوں میں سے چار میدان ایسے ممتاز اور نمایاں نظر آتے ہیں کہ اگر اس جنگ کی تاریخ لکھتے ہوئے انہیں کے بیان پر اکتفا کیجاوے تو چنداں حرج نہیں۔ ان چار میدانوں میں جنگ نے جو خطرناک صورت اختیار کی اور جس سختی اور شدت کے ساتھ طرفین کی ان میں مٹ بھیڑ ہوئی اسکا صحیح صحیح نقشہ کھینچنے کی نہ قلم میں قدرت نہ زبان طاقت اور پھر یہ اسکا موقعہ بھی نہیں۔ مگر ہاں جس ہمت اور بہادری اور صبر اور استقلال اور شان اور شوکت کے ساتھ حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کی مٹھی بھر جماعت نے سارے ہندوستان بلکہ ساری دنیا کا مقابلہ کیا وہ اسوقت تک کہ دنیا قائم ہے صفحۂ عالم پر یادگار رہیگا اور اُن بزرگوں کا نام جو صفِ اوّل میں کھڑے ہو کر دشمن کی لاتعداد فوج کے سامنے سینہ سپر ہوئے اور جنہوں نے ایک ایک حملہ میں حریف کی صفیں کی صفیں کاٹ کر رکھدیں آسمان پر سورج اور چاند کی طرح چمکیگا۔ وہ چار میدان جن میں اس روحانی جنگ کی خطرناک سے خطرناک لڑائیاں وقوع میں آئی ہیں یہ ہیں:۔ (۱) مسئلہ وفات مسیح (۲) صداقت دعویٰ مسیحیت و مہدویت (۳) ختم نبوّت اور (۴) وہ معیارِ صداقت جو کسی مدعی کی پہچان کے لئے قرآن شریف پیش کرتا ہے۔ یہ وہ چار میدان ہیں جن میں حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کے مخالفین کا نہایت سخت مقابلہ ہوا اور مخالفین کی طرف سے سر توڑ کوشش ہوئی کہ ان میدانوں سے حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کے اصحاب کو بھگا دیں مگر مرزا صاحبؑ کی جرنیلی شان اور فوجی قابلیت کا ذرا اندازہ لگاؤ کہ صرف چند گنتی کے دوستوں کے ساتھ بلکہ سچ پوچھئے تو بالکل اکیلے آپنے نہ صرف اس کثیر التعداد اسلامی فوج کا مقابلہ کیا جو باوجود اسلام کا دعویٰ کرنے کے ایک اسلامی جرنیل کے مقابلہ میں نکلی تھی بلکہ دنیا کے باقی تمام مذاہب کا بھی اس شان کے ساتھ مقابلہ کیا کہ آج

دوست و دشمن اسکی عظمت کے قائل ہیں چنانچہ آپ کی وفات کے موقع پر امرتسر کے مشہور اسلامی اخبار وکیل کے غیر احمدی ایڈیٹر کی طرف سے جو مضمون شائع ہوا تھا اس سے ہمارے اس دعویٰ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ وکیل نے لکھا کہ:-

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی موت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ میرزا صاحبؑ کی اس رفعت نے ان کے بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ انکا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اور اسکے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اسکی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ انکی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے۔ میرزا صاحب کا لٹریچر جو عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے...... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔ جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اسطرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے"

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اصل مقصود یہ ہے کہ اس بے مثل روحانی جنگ میں یہ چار میدان خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ دشمن نے بھی ان موقعوں پر اپنی انتہائی کوشش سے کام لیا اور حضرت مرزا صاحبؑ اور آپکی جماعت نے بھی اپنا پورا زور ڈالا اور سالہا سال کے نہایت خونریز معرکوں کے بعد آج جو ہم اس وسیع میدانِ جنگ کے اوپر نظر ڈالتے ہیں تو کئی میدانوں کو حریف کی فوجوں سے بالکل خالی

پاتے ہیں اور ان خاص چار میدانوں میں سے بھی جن کی زمین کے انچ انچ پر خون کی ندیاں بہ گئی تھیں ایک بہت بڑا حصہ ایسا دیکھتے ہیں جس میں حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کی جماعت کا سفید جھنڈا علی رغم خصم نہایت بلند لہرا رہا ہے۔ اس غیر معمولی کامیابی پر احمدی جماعت جسقدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے وہ تھوڑا ہے۔ مادی اسباب اور ظاہری طاقت کو مدِ نظر رکھکر اگر اس جنگ کو ایک پدی اور ہاتھی کا مقابلہ کہیں تو بھی یہ مثال درست نہیں بیٹھتی کیونکہ ایک پدی اور ہاتھی میں پھر بھی کوئی نسبت ہے لیکن حضرت مرزا صاحبؑ اور آپکے چند گنتی کے اصحاب اور ساری دنیا کے لوگوں کے درمیان تو سچ پوچھئے تو کوئی نسبت ہی نہیں۔ پھر وہ کیا بات تھی جس نے احمدی جماعت کے بازوؤں میں یہ غیر معمولی طاقت بھردی کہ وہ ساری دنیا کے مقابلہ میں اُٹھی اور کامیاب اُٹھی؟ اس سوال کا جواب خود باری تعالیٰ قرآن شریف میں دیتا ہے:۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا (المومن ع) فرماتا ہے کہ "ہم ضرور ضرور اپنے رسولوں اور ان لوگوں کی جو اُنکے ساتھ ایمان لائیں اسی دنیا میں نصرت و مدد کرتے ہیں" پس جسکے ساتھ اللہ کی نصرت اور مدد ہو اسکو کون شکست دے سکتا ہے۔ وہ جہاں جائے جدھر بھی رُخ کرے اللہ کی نصرت اسکے شامل حال ہوگی کیونکہ وہ اس گروہ میں داخل ہے جسکی نسبت الٰہی فیصلہ ہے کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ۔ (البقرۃ ع ۱۴)

غرض ان خاص الخاص چار میادین میں سے بھی ایک بڑا حصہ احمدؑ اور اسکی فوج نے خالی کروالیا ہے وفات مسیح کا مسئلہ اب ایسا صاف ہو چکا ہے اور اس میدان میں حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالفین کو وہ شدید ضربیں لگ چکی ہیں کہ اب اس میں احمدی سوار اور پیادے چاروں طرف اِدھر اُدھر حریف کو تلاش کرتے ہیں مگر یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ عملاً دشمن کا ایک فرد واحد بھی وہاں نظر نہیں آتا اور میدان بالکل خالی کر دیا گیا ہے۔ کوئی دن تھا کہ اسی میدان میں حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالف مولوی ھل من مبارز پکارتے ہوئے اپنا لاؤ ولشکر

لیکر نکلا کرتے تھے مگر آج وہی میدان ہے کہ ڈھونڈے سے بھی وہاں کسی غیر احمدی کی صورت نظر نہیں آتی۔ اور پھر طرفہ ماجرا یہ کہ اس میدان سے بھاگ نکلنے کی وجہ جو بیان کی جاتی ہے وہ اس قدر کچی اور بودی ہے کہ اسے سُنکر ایک بچہ بھی ہنس دے۔ کہتے ہیں کہ "وفات مسیح کے مسئلہ کو مرزا صاحب کے دعویٰ سے کیا تعلق؟ اگر مان بھی لیا جاوے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں تو اس سے مرزا صاحب کی صداقت نہیں ثابت ہو جائیگی،" حالانکہ موٹی سے موٹی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اوّل تو اس مسئلہ میں کم از کم حضرت مرزا صاحب کی صداقت بہرحال ضرور ثابت ہو جاتی ہے خواہ اس مسئلہ کا آپ کے دعویٰ سے تعلق ہو یا نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس مسئلہ کو حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے ساتھ ایک ایسا گہرا تعلق ہے کہ جسے ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ جب تک ہمارے مخالفین کی نظر میں مسیح موعود کی کرسی حضرت مسیح ناصری کے نیچے ہے اسوقت تک وہ کسی اور شخص کے دعویٰ مسیحیت کی طرف طبعاً توجہ نہیں کر سکتے۔ پہلے اس کرسی کو خالی ثابت کیا جاوے تو پھر کسی مدعی کا دعویٰ قابلِ التفات ہو سکتا ہے۔ واقعی جب کوئی اسامی ہی خالی نہیں تو کوئی شخص ہزار دعویٰ کرے اسکی ایک نہیں سُنی جائے گی ہاں جب ہم کسی اسامی کو خالی ثابت کر دینگے تو پھر طبعاً اسکے مدعی کی طرف ہماری توجہ بھی ہو گی۔ یہی حال یہاں ہے۔ حضرت سرور کائنات نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود ظاہر ہوگا اسکی متعلق ہمارے مخالفین کا یہ خیال ہے کہ یہ موعود مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جو زندہ بجسم عنصری آسمان پر موجود ہیں اور جو آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہونگے۔ اب جب تک ہم یہ ثابت نہ کر دیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے اور واپس اس دنیا میں کبھی تشریف نہ لائینگے اسوقت تک کوئی غیر احمدی حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کی طرف توجہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا ایمان ہے کہ جس عہدہ کا مرزا صاحب کو دعویٰ ہے وہ پہلے

سے ہی پڑ رہے ہیں پس مسئلہ وفات مسیحؑ کا تعلق حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے ظاہر ہے۔ پھر مَیں پوچھتا ہوں کہ اگر ہمارے مخالفین کے نزدیک اس مسئلہ کا حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب حضرت مرزا صاحبؑ نے شروع شروع میں مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا تو تمام مولویوں کی طرف سے جو متفقہ آواز آپ کے خلاف اُٹھائی گئی وہ یہی تھی کہ تم مسیح کس طرح ہو سکتے ہو مسیحؑ تو زندہ آسمان پر موجود ہے اور عنقریب نازل ہوگا۔ اسوقت چاروں طرف سے اس آواز کا اُٹھنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ مسیحیت میں سب سے بڑی روک جو سمجھی گئی تو وہ حیات مسیحؑ کا عقیدہ ہی تھا لہٰذا آج ہمارے مخالفین کا مسئلہ وفات مسیحؑ پر گفتگو کرنے سے بدیں وجہ انکار کر دینا کہ اسے حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں صاف ثابت کر رہا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کے اصحاب کی پے در پے ضربوں سے تنگ آ کر اس میدان سے بھاگ نکلنے کی شرمندگی کو دُور کرنے کے لئے کوئی عذر تلاش کر رہے ہیں۔ مگر بہرحال ان کا یہ عذر معقول ہو یا غیر معقول اس بات میں کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا کہ مسئلہ وفات مسیحؑ کا وہ میدان جو کبھی زمانہ میں حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کے مخالفین کے درمیان ایک نہایت خطرناک جنگ کا تماشہ گاہ رہ چکا ہے آج حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالفین سے بالکل خالی نظر آتا ہے +

دوسرا میدان صداقت دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا ہے یعنی حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کے مخالفین کے درمیان دوسرا نہایت اہم سوال یہ ہے کہ کیا وہ علامات جو خاص مسیح موعودؑ اور مہدی معہود کی ذات اور کام اور وقت وغیرہ کے متعلق قرآن شریف اور احادیث نبوی وغیرہا میں بیان ہوئی ہیں وہ حضرت مرزا صاحبؑ میں پوری ہوئی ہیں یا نہیں سو الحمدللہ کہ یہ میدان بھی اس حالت کو پہنچ چکا ہے کہ دشمن کی افواج گو ابھی تک کلی طور پر اس میدان سے

باہر نہیں نکلیں بلکہ کہیں کہیں کچھ سپاہیوں کے دستے دیکھنے میں آتے ہیں مگر انکی حالت ایسی نازک ہو رہی ہے۔ اور سپاہی ایسے بے دل اور خوف زدہ نظر آتے ہیں کہ اگر خدا کا فضل شامل حال رہے تو قوی امید ہے کہ ایک دو دھاووں میں ہی رہے سہے سپاہیوں کے قدم اکھڑ جائینگے ۔

تیسرا میدان ختم نبوّت کا ہے۔ یعنی تیسرا اہم سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر ایک قسم کی نبوّت کا دروازہ بند ہے اور کوئی شخص کسی طرح بھی نبوّت نہیں پا سکتا یا صرف نبوّت مستقلہ و تشریعی نبوّت کا دروازہ بند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کی کامل پیروی کے ساتھ نبوّت مل سکتی ہے جو ختم نبوّت کے منافی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے علوِّ مرتبت کو ثابت کرنے والی ہے۔ اس میدان میں چونکہ مذکورہ بالا دونوں میدانوں کی نسبت ایک کافی عرصہ بعد میں دشمن سے چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی ہے (جسکی وجوہات بیان کرنے کا یہ موقع نہیں) اسلیئے گو کئی معرکوں میں اسے زک پہنچ چکی ہے مگر پھر بھی اسمیں اب تک دشمن کی فوجیں کافی تعداد میں ہماری سامنے موجود ہیں اور جنگ خاصی شدّت اور تیزی کے ساتھ ہو رہا ہے مگر خدا کے فضل سے ہمارے میگزین گولہ بارود سے بھرے پڑے ہیں اور ہمارے سپاہی نہایت بہادری کے ساتھ دشمن کی صفوں پر حملہ آور ہیں سو امید کیجاتی ہے کہ انشاء اللہ عنقریب اس میدان میں بھی حریف پیٹھ دکھائیگا ۔

چوتھا میدان ان عام معیاروں کا ہے جو قرآن شریف کسی مدعی کی پہچان کے لئے بیان کرتا ہے یعنی چوتھا اہم سوال یہ ہے کہ کیا قرآن شریف کے پیش کردہ معیاروں کی رُو سے حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت ثابت ہے یا نہیں۔ اور چونکہ وہ ایک دو نہیں بلکہ کئی ایک مستقل معیار ہیں جن سے کسی مدعی کی صداقت پرکھی جا سکتی ہے اسلیئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ میدان دراصل ایک میدان نہیں بلکہ بہت سے میدانوں کا مجموعہ ہے سو الحمد للہ کہ ان میدانوں

میں سے بھی ایک بہت بڑی تعداد آج سے نہیں بلکہ کئی سالوں سے دشمن کی فوجوں سے خالی ہو چکی ہے اور اب ان میں حضرت مرزا صاحب کا جھنڈا لہراتا ہے مثلاً ہم نے قرآن شریف سے پیش کیا تھا کہ زمانہ کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ مدعی کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتا ہے جیسے کہ فرمایا :-

ظہر الفساد فی البر و البحر (روم)

یعنی اے لوگو نبی کریمؐ کی صداقت اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں تمام بر و بحر میں فساد برپا ہو رہا ہے اور چونکہ بیماری کے وقت میں ہی طبیب کی ضرورت پیش آتی ہے اسلئے یہ فساد بھی کسی مصلح کو چاہتا ہے۔

اب دیکھو کہ کیا اس زمانہ میں جس میں ہم موجود ہیں روحانی رنگ میں مسلمانوں کے اندر کوئی کم فساد اور گمراہی ہے سو ضرور ہے کہ خدا کی قدیم سُنّت کے مطابق اس زمانہ میں بھی کوئی مصلح ظاہر ہو سو وہ ہی حضرت مرزا صاحبؑ ہیں اور اگر وہ نہیں تو کوئی اور پیش کرو جس نے اس زمانہ میں خدا کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ مگر آج کے دن تک ہم غیر احمدیوں کے مُنہ کی طرف دیکھتے رہے ہیں کہ کیا جواب ملتا ہے لیکن جواب ندارد۔ کیونکہ اگر وہ ضرورت کا کھلم کھلا اقرار کریں تو حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف رُخ کرنا پڑتا ہے کیونکہ اور کوئی مدعی ملتا نہیں اور اگر ضرورت کا انکار کریں تو کُھلے کُھلے واقعات کا انکار لازم آتا ہے۔

پھر ہم نے قرآن شریف سے پیش کیا تھا کہ سچے رسول کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ اسکی ابتدائی عمر یعنی دعویٰ سے پہلی عمر ایسی گذری ہوتی ہے کہ خود اس کے مخالف بھی اس میں کوئی عیب نہیں نکال سکتے بلکہ اسکی طہارت اور پاکیزگی کا انکو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے جیسے کہ نبی کریمؐ کی رسالت ثابت کرتے ہوئے فرمایا :- فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون (یونس - ع ۲) یعنی اسے نبی ان کو کہدے کہ دیکھو میتے دعویٰ سے پہلے تمھارے اندر ایک لمبی عمر بسر کی ہے اور تم جانتے ہو کہ میری زندگی کا بہترین

حصہ جب انسانی جذبات اور خواہشات فطرۃً ایک جوش اور تموّج کی حالت میں ہوتی ہیں کیسا مطہّر اور مقدس گذرا ہے اور مینے کبھی کسی انسان پر کوئی جھوٹ نہیں بولا بلکہ ہمیشہ سچ کا گویا اور سچ کا حامی رہا تو ذرا عقل سے کام لو کہ اب جبکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں کسطرح بالکل آناً فاناً ایسی حالت میں گر سکتا ہوں کہ انسان تو الگ رہا خدائے دوجہان پر افترا کرنے لگ جاؤں اور مخلوق کو گمراہ کرنے والا بنوں۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک تبدیلی آہستہ آہستہ ہوتی ہے خاصکر ان عادات کا بدلنا جو ایک دو برس نہیں بلکہ سالہا سال سے انسان کے اندر پختہ ہو چکی ہوں ان کو بدلنا اور بالکل نیا رنگ اختیار کر لینا یہ ایک یا دو دن کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے کئی سال درکار ہیں خاصکر جب موجود عمر کا تقاضا بھی وہی ہو جبر انسان زمانہ شباب کی مخالف طاقتوں اور حالتوں کے ہوتے ہوئے سالہا سال سے قائم چلا آیا ہو۔ یہی دلیل حضرت مرزا صاحبؑ کو سچا کر رہی ہے کیونکہ آپ کی بھی دعویٰ سے پہلی زندگی ایسی مطہّر اور مقدّس گذری کہ مخالف بھی اس کے اندر کوئی عیب نہیں نکال سکتے بلکہ اس بات پر مجبور ہیں کہ اسکی تعریف کریں چنانچہ حضرت مرزا صاحبؑ کے سب سے پرانے اور بڑے مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق لکھا کہ ہم بوجہ ہموطن ہونیکے مرزا صاحب سے ذاتی طور پر واقف ہیں اور آپکی حالت کو خوب جانتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی زندگی نہایت مطہّر اور مقدّس گذری ہے اور گذار رہے اور انہوں نے اسلام کی ایسی خدمت انجام دی ہے کہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں اسکی نظیر نہیں ملتی" اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی ہی یہ رائے نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ سے پہلے تمام مسلمان بلکہ سکھ اور آریہ اور عیسائی بھی مرزا صاحبؑ کی بزرگی اور خدمت اسلام کے قائل تھے تو اب وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا بہترین حصہ

یعنی شباب کا حصہ اس طرح مطہر اور مقدس گذرا اور آپ نے کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا تو یہ کس طرح ممکن ہو گیا کہ یکلخت آپ کی روحانی حالت میں ایسا تغیر آگیا کہ آپ خدا پر افترا کرنے لگ گئے اور مخلوق کے گمراہ کرنے والے بن گئے۔ اس سوال کا جواب ہم کو آجتک نہیں ملا اور یہ وہ میدان ہے جسمیں محض خدا کے فضل سے دشمن نے کبھی پاؤں تک نہیں رکھا۔

پھر ہم نے قرآن شریف سے پیش کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر ایک رسول اور مصلح کا ایک خاص کام ہوتا ہے جسکے سرانجام دینے کے لئے وہ دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں۔ پس جسکے متعلق یہ ثابت ہو جاوے کہ اس نے اس کام کو سرانجام دیا ہے اسے بالضرور اپنے دعویٰ میں صادق ماننا پڑیگا کیونکہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ ایک کذاب اور مفتری علی اللہ اس کام کے کرنے پر قادر ہو سکے جو خاص اللہ کے رسولوں اور انکے خلفائے برحق کا کام ہے۔ وہ کام کیا ہے؟ اسکے متعلق خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ (اٰل عمران ع ۱۷- جمعہ ع ۱) یعنی ہمارے رسول کا یہ کام ہے کہ وہ تمپر اللہ کی آیات پڑھتا ہے اور تمھاری زندگیوں کو پاک اور صاف کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کا صحیح علم سکھاتا ہے اور یہی وہ کام ہے جو اللہ کی طرف سے آنیوالوں کا عقل تجویز کرتی ہے۔ پس اب اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ حضرت مرزا صاحب نے بھی یہ کام سرانجام دیا تو یہ بھی ثابت ہو جائیگا کہ آپ واقعی منجانب اللہ ہیں کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے پس اگر حضرت مرزا صاحب کے اثمار بھی ویسے ہی مفید اور شیریں ہیں کہ جو صادقوں کے ہوتے ہیں تو پھر ماننا پڑیگا کہ آپ بھی صادق تھے۔ اب جب ہم اس معیار کی رو سے حضرت مرزا صاحب کو پرکھتے ہیں تو آپ کی صداقت کو اظہر من الشمس پاتے ہیں کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ جو چار لاکھ یا کم و بیش کی جماعت حضرت مرزا صاحب نے تیار کی اسکی کیا حالت ہے۔ پہلے

وہ مختلف قسم کے گندوں میں مبتلا تھے لیکن آپ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے بعد انکی حالت بالکل بدل گئی اور وہ سچے خدا پرست انسان بن گئے۔ہزاروں ایسے نکلیں گے جو احمدی جماعت میں داخل ہونے سے پہلے زنا شراب قمار بازی قتل ڈاکہ چوری رشوت ستانی حرام خوری وغیرہ وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے لیکن احمدی ہونے کے ساتھ ہی وہ بالکل نئے انسان بن گئے۔بے شک بعض ہم میں کمزور بھی ہیں اور خاصکر یہ خاکسار راقم الحروف تو اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اپنے آپکو واقعی اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ صحیح معنوں میں احمدی کہلا سکے اللھم انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من خطایای کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔پس بیشک ہم میں بعض کمزور بھی ہیں لیکن بحیثیت مجموعی احمدی جماعت کی اخلاقی اور روحانی حالت دوسرے مسلمانوں کی نسبت الحمد للہ ہزارہا درجہ اچھی ہے بعض کا کمزور رہنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں اور نہ ہی قابل اعتراض ہے کیونکہ کسی نبی کی جماعت کے بھی تمام افراد ایک حالت پر نہیں ہوئے بلکہ خود صحابہ کرامؓ میں بھی سب ایک درجہ پر نہ تھے بلکہ بعض کمزور بھی تھے اسی طرح ہم میں بھی بعض کمزور ہیں لیکن جماعت کی عام حالت حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر ایک بیّن دلیل ہے۔قرآن شریف کا علم اور روحانی حکمت کی باتیں جو خدا کے فضل سے اس جماعت کو حاصل ہیں وہ آج روئے زمین پر کسی جماعت کو حاصل نہیں۔بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایک بالکل ان پڑھ احمدی نے بڑے بڑے مولویوں کو گفتگو کے وقت چکر میں ڈال دیا ہے اور عیسائی تو عام طور پر کسی احمدی سے گفتگو ہی نہیں کرتے بلکہ احمدی کا نام سُنکر گھبراتے ہیں۔قریباً قریباً یہی حال دوسرے مذاہب کے متبعین کا ہے۔پھر تقویٰ کی

باریک راہیں جن سے آج دنیا بے خبر ہے وہ احمدی جماعت کے اندر ہی دیکھی جاویں گی۔ اس جماعت کے اکثر افراد حضرت مرزا صاحبؑ کے ماننے کی وجہ سے طرح طرح کی تکالیف میں ڈالے گئے لیکن انہوں نے صبر کے ساتھ سب تکالیف کو برداشت کیا مگر جس حق کو پایا تھا اسے نہ چھوڑا۔ دو معزز اشخاص اس جماعت کے بڑی بے رحمی کے ساتھ امیر کابل کے حکم سے کابل میں قتل کیئے گئے۔ لیکن انہوں نے موت اختیار کی لیکن اپنے عقائد سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہونا قبول نہ کیا۔ غرض جو نمونہ سچے ایمان کا اس جماعت نے دکھایا ہے وہ انبیاءؑ کی جماعتوں کے سوا کہیں نہیں نظر آتا۔ کیا یہ شیریں اثمار درخت کی خوبی ظاہر کرنے کے لئے کافی نہیں؟

پھر ہم نے قرآن شریف سے پیش کیا تھا کہ جب کوئی شخص اللہ کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتا یا تو وہ سچا ہے اور واقعی خدا نے اسے مامور بنا کر بھیجا ہے اور یا وہ جھوٹا ہے اور اللہ پر افترا کرتا ہے اور اسکے مخالف حق پر ہیں۔ یہی دو صورتیں ہیں تیسری کوئی صورت ہی نہیں۔ اب اگر تو مدعی سچا ہے تو اس کا انکار کرنے والے سخت گمراہی میں پڑے ہیں اور اگر وہ مدعی جھوٹا ہے تو پھر وہ خود اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت کے نیچے ہے۔ گویا یا تو خود مدعی اللہ کے غضب کے نیچے ہے یا اس کے مخالف۔ لیکن اب فیصلہ کس طرح ہو کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر سو اسکے لئے خدا فرماتا ہے:۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً اوکذّب بآیٰتہ انہ لا یفلح الظّٰلمون (انعام۔ ع ۳) یعنی ”اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے (یعنی مفتری علی اللہ اور مکذب بآیات اللہ سب سے بڑے ظالم ہیں مگر اب پتہ کس طرح چلے کہ خود مدعی مفتری علی اللہ ہے یا اسکے مخالف مکذّب بآیات اللہ ہیں سو اسکے لئے فرمایا کہ:۔ انہ لا یفلح الظّٰلمون یعنی جان لو کہ

جو اللہ پر افترا کرتا ہے اور پھر اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہے کہ

"تحقیق ظالم کبھی بھی اپنی مراد کو نہیں پہنچیگا بلکہ خائب و خاسر رہیگا۔"
اب دیکھئے کہ حق کے پہچاننے کے لئے یہ کیسا صاف اور موٹا معیار ہے۔
کہ اگر مدعی اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاوے تو سمجھ لو کہ وہ ظالم نہیں بلکہ سچا ہے
اور اگر اسکے مخالفین اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاویں تو جان لو کہ وہ ظالم نہیں
بلکہ مدعی کی مخالفت کرنے میں حق پر ہیں۔ گویا طرفین میں سے جسے بھی اللہ تعالیٰ
اسکے ارادوں میں کامیابی عطا کرے وہی سچا ہے اور اسکے مخالف جھوٹے
ہیں۔ اب دیکھ لیجئے کہ اس معیار کی رو سے حضرت مرزا صاحبؑ کا صدق کیسا
صاف اور روشن نظر آتا ہے۔ آپ نے جسوقت اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر مامور
ہونے کا دعویٰ شائع کیا تو آپ ایک نہایت گمنامی اور کس مپرسی کی حالت
میں زندگی بسر کرتے تھے اور کوئی آپ کو جانتا تک نہ تھا پھر دعویٰ کرتے ہی
سارا ملک آپکے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا اور ہر طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ آپ کو
نیست و نابود کر دیا جاوے۔ تمام بڑے بڑے مولویوں نے آپ پر کفر کے
فتوے لگائے اور آپ کو اسلام سے خارج قرار دیا گیا اور آپکو اور آپکے متبعین
کو طرح طرح کی تکالیف میں ڈالا گیا اور اس بات کی سر توڑ کوشش کی گئی کہ کوئی
شخص آپ کی جماعت میں داخل نہ ہو اسکے مقابل میں حضرت مرزا صاحبؑ نے
بھی دنیا کو یہ علی الاعلان پکار کر کہا کہ خدا نے مجھے دنیا کی اصلاح کے لئے
مامور فرمایا ہے سو وہ میری مدد کریگا اور اس کام کے لئے مجھے ایک بڑی
جماعت دیگا اور دُور دراز سے میرے پاس لوگ آئینگے اور مجھ سے برکت
پائینگے۔ دنیا میں میرے ہاتھ سے ایک بیج بویا گیا ہے سو اب وہ بڑھیگا اور
پھولیگا اور پھلیگا اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔ یہ اسوقت کا اعلان تھا
جب حضرت مرزا صاحب اکیلے تن تنہا ساری دنیا کے مقابلہ میں اُٹھے تھے۔
پھر اسکے بعد اس بیج پر مصائب کی آندھیاں چلیں اور حوادث کے طوفان آئے
اور دیکھنے والوں نے سمجھا کہ بس یہ خاک میں مل گیا لیکن وہ زمین میں سے

اپنی ہری ہری کونپلوں کے ساتھ پھوٹا اور بڑھا اور پھولا اور پھلا اور اب بھی بڑھ اور پھول اور پھل رہا ہے اور کوئی اسے روک نہیں سکا۔ کیا اس میں سوچنے والوں کے لئے نشان نہیں؟

پھر ہم نے قرآن شریف سے پیش کیا تھا کہ وہ جو اللہ تعالےٰ پر افترا کرتا ہے اور اپنی طرف سے بعض باتیں بنا کر لوگوں کو کہتا ہے کہ یہ مجھے خدا نے کہیں ہیں حالانکہ وہ خدا نے نہیں کہی ہوتیں وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور اسے اپنا کام کرنے کی مہلت نہیں دی جاتی جیسے کہ قرآن شریف میں نبی کریمؐ کی صداقت کو ثابت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین فما منکم من احد عنه حاجزین ۝ (الحاقہ - ۲)

یعنی "اگر اس رسولؐ نے ہم پر کوئی افترا کیا ہوتا (یعنی ہم نے اسے الہام نہ کیا ہوتا اور یہ خود اپنی طرف سے ایک بات بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتا) تو ہم اسے اسکے دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے (یعنی جو کام وہ کرنا چاہتا تھا اسے نہ ہونے دیتے کیونکہ یمین کام کرنے کا آلہ ہے) اور پھر اسکی رگِ جان کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی اسے بچا نہ سکتا"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ گُر بتایا ہے کہ اللہ پر افترا کرنے والا شخص جسکو اللہ نے مصلح بنا کر نہیں بھیجا مگر وہ کہتا ہے کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے بھیجا ہے کبھی مہلت نہیں پاتا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ جلد ہی نامرادی کی حالت میں ہلاک کر دیتا ہے اور کوئی دنیاوی اسباب اسے بچا نہیں سکتے کیونکہ اگر جھوٹا دعویٰ کر کے بھی انسان مہلت پا جاوے اور ہلاک اور تباہ نہ ہو تو مذہبی دنیا سے امان اُٹھ جاتا ہے اور جھوٹے اور سچے کے درمیان تمیز نہیں رہتی۔ یہ آیت کریمہ مکہ میں نبی کریم صلعم کی بعثت کے سات آٹھ سال

بعد نازل ہوئی اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسوقت تک اس آیت کو نازل نہیں فرمایا جب تک آنحضرت صلعم نے اسقدر مہلت نہیں پالی جو آپ کی صداقت پر دلیل ٹھیر سکے پس معلوم ہُوا کہ کسی مدعی رسالت کا سات آٹھ سال مہلت پا جانا اور ہلاک اور تباہ نہ ہونا دلیل ہوتا ہے اس بات پر کہ وہ منجانب اللہ ہے کیونکہ اگر وہ صادق نہ ہوتا تو اسے اتنی لمبی مہلت نہ ملتی بلکہ جلد ہی وہ نامرادی کی حالت میں ہلاک کیا جاتا اور اس کی رگ جان کاٹ دی جاتی۔ اب اس معیار صداقت کو حضرت مرزا صاحب پر لگاؤ اور پھر دیکھو کہ قرآن شریف انکے متعلق کیا فتویٰ دیتا ہے سو سب جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۸۲ء کے قریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کیا اور درمیان اپنے الہامات شائع کیئے اور ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات ہوئی اور اس درمیانی عرصہ میں بھی آپ لگاتار اپنے الہامات شائع فرماتے رہے اور کمال تحدّی کے ساتھ اپنے دعویٰ پر قائم رہے گویا دعویٰ کے بعد آپ قریباً چھبیس برس زندہ رہے اور نہ صرف زندہ رہے بلکہ نہایت کامیابی کے ساتھ اپنا مشن لوگوں تک پہنچاتے رہے سو اب سوال ہوتا ہے کہ اگر نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب نے اللہ پر افترا کیا تھا اور آپ اپنے دعویٰ میں صادق نہ تھے تو کیوں آپ کو اسقدر لمبی مہلت ملی جو آنحضرت صلعم کے زمانہ نبوّت سے بھی زیادہ ہے؟ کیا اس زمانہ میں خدا اپنے قدیم فیصلہ کو بھول گیا کہ مفتری علے اللہ جلد ہلاک اور تباہ کر دیا جاتا ہے اور اسے کبھی لمبی مہلت نہیں ملتی؟ دیکھو یونہی خواہ مخواہ ایک شخص کو کاذب قرار دیکر اللہ کے غضب کے نیچے نہ آؤ۔ پھر بھی سوچو اور غور کرو کہ کیا اللہ کی طرف سے کبھی کوئی ایسا رسول اور مصلح بھی آیا ہے جسکی تکذیب نہ کی گئی ہو پس جب سارے رسولوں کی تکذیب کی گئی تو تم خدا سے ڈرو اور تکذیب کی طرف اس تیزی کے ساتھ قدم نہ اٹھاؤ کہ یہ مقام نازک ہے اور نہایت نازک ہے۔ ہمارا کام صرف سمجھا دینا ہے اور ماننہ کا

دکھا دینا۔ اگر مان لوگے تو ان انعامات کے وارث ہوگے جو خدا کی طرف سے آنے والوں کی جماعتوں کو ملا کرتے ہیں اور اگر انکار کروگے تو اسکے نتائج بھی ظاہر ہیں۔

غرض یہ وہ میدان ہیں جن کی چند مثالیں ہم نے اوپر بیان کی ہیں جن میں حضرت مرزا صاحبؑ کا سفید جھنڈا ابتدا سے لہرا رہا ہے اور کسی کو کبھی جرأت نہیں ہوئی کہ ان میں داخل ہو کر حضرت مرزا صاحبؑ کے مقابل پر کھڑا ہو اور جو کوئی قسمت کا مارا آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے خدائی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے کبھی ان میں گھس آیا اس نے خدا کے فضل سے وہ مُنہ کی کھائی کہ پھر کبھی اپنا مُنہ نہ دکھایا۔ مگر انہی معیاروں میں سے جو قرآن شریف پیش کرتا ہے ایک معیار ایسا ہے کہ جسپر ہمارے مخالفین نے کچھ عرصہ سے بہت شور مچا رکھا ہے اور دوسرے تمام میدانوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر اپنا سارا زور اسی ایک مقام پر ڈال دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا آخری حملہ ہے کیونکہ وہ غیر معمولی جوش اور تندی کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں اور انکی حالت اس شخص کی سی ہو رہی ہے جو کسی جگہ چاروں طرف سے گھر گیا ہو اور اُسے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہ آتا ہو اور کئی جگہ کوشش کر کے وہ مایوس ہو گیا ہو اور آخر تنگ آکر اسپر ایک جنون کی حالت طاری ہو جاوے اور وہ کسی ایک طرف جسکو وہ بزعم خود کمزور سمجھتا ہو وحشیانہ طور پر نہایت تیزی کے ساتھ دوڑے اور اس مقام پر اپنے پورے زور اور طاقت کے ساتھ پل پڑے اور تمام روکوں کو راستہ سے دُور کر کے باہر نکل جانے کی کوشش کرے اسوقت جو اس شخص کی خطرناک حالت ہوگی وہی ان کی ہو رہی ہے کیونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ انکے لئے اب موت اور زندگی کا سوال ہے پس وہ اپنے پورے زور کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس مقام پر ہماری صفوں کو توڑ دیں۔ لیکن ہم کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر کامل امید ہے کہ جس طرح وہ آجتک ہر موقع پر ہماری نصرت اور مدد کرتا رہا ہے آئندہ بھی اسی طرح کریگا اور ہم

انشاء اللہ کبھی بھی شکست اور نامرادی کا منہ نہ دیکھینگے۔ ہم کو اپنی طاقتوں پر بھروسہ نہیں اور خدا گواہ ہے کہ ہرگز نہیں ہم جانتے ہیں کہ ظاہری اسباب ہمارے مخالف ہیں اور نہ صرف آج بلکہ ہمیشہ سے مخالف ہیں لیکن ہماری اسباب کے اوپر نظر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر ہے اور اسی کی مدد کے وعدوں پر ہمارا بھروسہ ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کریگا اور یہ کہ خواہ درمیانی عرصہ میں ہم کو بعض تکالیف کا سامنا کرنا پڑے مگر انجامکار ضرور ہر میدان میں ہماری فتح ہے کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔

وہ مقام جسپر آج کل ہمارے مخالفین نے اپنا سارا زور ڈال رکھا ہے وہ حضرت مرزا صاحبؑ کی پیشگوئیوں کا سوال ہے یعنی وہ پیشگوئیاں جو حضرت مرزا صاحبؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر دنیا میں شائع کیں اور جن کو آپ نے زیر آیت فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول اپنی صداقت کا ایک نشان قرار دیا۔ یہ وہ مقام ہے جس پر آجکل دشمن نے باقی تمام میدانوں سے مایوس ہو کر اپنی ساری فوجیں جمع کر دی ہیں اور پورے زور کے ساتھ ہم پر حملہ کیا ہے ؂

پس اے احمدی جماعت کے آزمودہ کار اور کہنہ مشق سپاہیو وقت ہے کہ آپ لوگ اُٹھیں اور دشمن کے اس آخری حملہ کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کے سرانجام دینے کی ہر طرح سے قابلیت عطا کی ہے اور آپ ہی اسکے اصل اہل ہیں۔ باقی یہ خاکسار راقم الحروف تو نہ رموز رزم گاہ سے آشنا ہے اور نہ ہی اسلحہ ضروریہ سے آراستہ۔ ہاں اللہ سے امید رکھتا ہے کہ اس جیسا کمزور انسان بھی بارش کے اس پہلے قطرہ کا ضرور کام دے سکیگا۔ جو زمین کو سیراب تو نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے۔ مگر سیراب کرنیوالی بارش کے برسنے کا ضرور باعث ہو جاتا ہے۔ پس اسی ناچیز خدمت کو اپنے لئے سعادت دارین کا موجب سمجھتا ہوا میں اللہ کا نام لیکر اور آسی میں ہو کر اس میدان میں نکلتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ میرے محترم بزرگ بہت جلد مجھے پیچھے سے آملیں گے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم (باقی آیندہ)

انسانی ترقی کے مراتب

اور

انکے حصول کے ذرائع

از قلم معارف رقم حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحب ایم - اے

محبت دل کے ایک جذبہ کا نام ہے جسکی مثال برقی طاقت کی طرح سمجھنی چاہیئے جس طرح برقی طاقت کسی چیز کے ہر حصہ میں رچ کر ایک تشنج اور سنسناہٹ سی پیدا کردیتی ہے بعینہ اسی طرح محبت کا حال ہے - پھر جسطرح پتھر کے اندر آگ مستور ہے اسی طرح انسانی قلب کے اندر ذات باری تعالیٰ کی طرف سے محبت ودیعت کی گئی ہے اور ٹھیک جس طرح پتھر میں سے آگ نکالنے کے لئے کسی رگڑ اور ٹھوکر کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح محبت کے شعلہ زن ہونے کے لئے بھی کسی محرک کی ضرورت پیش آتی ہے ۰

محرک محبت ایک ہی ہے حُسن - حُسن کے معنی ذاتی خوبی کے ہیں خواہ وہ خوبی کسی صورت میں ظاہر ہو - پھر یہی حُسن بعض وقت احسان کی صورت اختیار کرلیتا ہے جب اس کا اثر دوسرے تک وسیع ہو جاوے مثلاً سخاوت کا وصف جب تک یہ دل کے اندر ایک خواہش کی صورت میں رہے ایک حُسن ہے لیکن جب اس وصف کے ماتحت انسان کسی دوسرے کو کچھ دے تو یہ احسان کہلائیگا گویا دراصل احسان بھی حسن ہی ہے یا یوں کہئے کہ احسان کا منبع حُسن ہے کیونکہ جب تک حسن نہ ہو احسان پیدا نہیں ہوسکتا ہے مگر ہم سہولت کے لئے ان کو دو الگ الگ چیزیں قرار دے لیتے ہیں گو جیسا کہ ظاہر ہے حُسن کے کمال کا نام ہی احسان ہے

نہ کہ احسان کوئی الگ چیز ہے۔ کیونکہ جب کوئی وصف اس کمال کو پہنچ جاوے
کہ موصوف سے گذر کر دوسروں پر اس کا پرتو پڑنا شروع ہو جاوے تو وہی
وصف احسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر ایک اور بات یاد رکھنی چاہیئے
کہ احسان کا لفظ صرف اس موقع پر بولا جاویگا کہ جب کوئی صاحب حسن اپنے دل
کے ارادہ اور نیت کے ساتھ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے حسن کا
جلوہ دوسروں پر ڈالتا ہے اور اگر احسان کا وصف اس کمال کو پہنچ گیا ہے
کہ محسن کی فطرت ثانیہ بن گیا ہے اور طبعاً اس سے احسان کے افعال سرزد
ہونے لگ گئے ہیں تو لاجرم وہ ہے تو احسان ہی لیکن عربی زبان میں اسے
ایتاء ذی القربےٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی اسی طرح دوسروں کو
فائدہ پہنچانا کہ جس طرح ایک قریبی رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کو طبعاً
خیر پہنچاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ تمام خوبیوں کا اصل منبع حسن ہے اور یہ
اسی لئے حسن کو ہی اصل محرک محبت کا سمجھنا چاہیئے لیکن یہی حسن جب
جوش زن ہو کر متعدی صورت اختیار کرتا ہے تو احسان کہلاتا ہے اور جب
احسان اس کمال کو پہنچ جاوے کہ طبیعت کا ایک حصہ ہو جاوے اور بغیر
ارادہ کے انسان سے ایصال خیر کے اعمال سرزد ہونے شروع ہو جاویں
تو اس احسان کو ایتاء ذی القربیٰ کہتے ہیں ؛

انسان کی اسی تدریجی ترقی کو مدنظر رکھکر اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں
یوں ارشاد فرماتا ہے کہ :- ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان
وایتاء ذی القربیٰ (النحل ع ۱۳) یعنی اے لوگو تحقیق اللہ تم کو
اپنے اندر علی الترتیب عدل اور احسان اور ایتاء ذی القربےٰ کی صفات
پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ عدل کا لفظ جو اس آیت میں رکھا گیا ہے یہ
کوئی غیر چیز نہیں بلکہ وہی حسن ہے جسے ہم اوپر تمام خوبیوں کا منبع اور سرچشمہ
ثابت کر آئے ہیں۔ کیونکہ عربی زبان میں عدل کہتے ہیں درمیانی امر کو جو

افراط اور تفریط سے بچا ہوا ہو اور ان کے درمیان ہو۔ چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے :- العدل هو الامر المتوسط بين الافراط والتفريط اور یہی حسن ہے یعنی حسن سوائے اسکے اور کسی چیز کا نام نہیں کہ انسان اپنے اعمال اور صفات میں افراط اور تفریط سے بچا ہوا ہو اور درمیانی راہ اختیار کرے اسی لئے مسلمانوں کو فرمایا وكذلك جعلنكم امة وسطاً یعنی ہم نے تمکو وسطی امت بنایا ہے جو تمام خوبیوں کو اپنے اندر جمع کرنے والی اور افراط و تفریط کی راہوں سے بچنے والی ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں چند فطری طاقتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے سو انہیں کا صحیح استعمال عدل کہلاتا ہے اور اگر انسان افراط یا تفریط کی طرف مائل ہو جاوے تو وہ عدل کو چھوڑنے والا ٹھیرتا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے یہ آیت کریمہ کہ الذی خلقك فسوٰك فعدلك یعنی اے انسان اللہ نے تجھ کو پیدا کیا اور تیری خلقت کو ٹھیک درست کیا اور تجھے افراط اور تفریط سے بچا کر ایک موزون حالت میں بنایا" جس طرح دوسری جگہ فرمایا: وخلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی "ہم نے انسان کو سب سے بہتر بناوٹ میں پیدا کیا ہے اور اسے اعلیٰ طاقتیں ودیعت کی ہیں" پس ظاہر ہے کہ لفظ عدل میں انسان کی وسطی یعنی اعلیٰ فطری طاقتوں کی طرف اشارہ ہے چنانچہ لغت والے بھی لکھتے ہیں العدل الاستقامة یعنی عدل کے معنی استقامت کے ہیں یعنی اعلیٰ اور نہایت موزون حالت میں ہونا پس عدل کا لفظ جو اس آیت کریمہ میں آیا ہے تو اس سے حسن ہی مراد ہے جو تمام جسمانی اور اخلاقی اور روحانی خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں حسن کا لفظ چھوڑ کر جو زیادہ معروف تھا عدل کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا ہے سو اس میں بھی ایک نہایت لطیف اور باریک حکمت ہے اور وہ یہ کہ چونکہ حسن ہی سب خوبیوں کا منبع ہے اسلئے ضروری تھا کہ ایسا لفظ استعمال کیا جاتا جسکے اندر ہی حسن کے حاصل کرنے کا ذریعہ بتا دیا جاتا کیونکہ اگر اصل کے

حصول کا ذریعہ ہم کو معلوم ہو جاوے تو ہم آسانی کے ساتھ اصل اور فروع دونو کو حاصل کر سکتے ہیں اسلئے حسن کا لفظ ترک کیا گیا جس میں ذریعہ حصول کا پتہ نہیں چلتا اور عدل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے اندر ہی اسکے حصول کا ذریعہ بھی بتایا گیا ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے عدل اس موزون حالت کو کہتے ہیں جس میں افراط اور تفریط سے انسان محفوظ ہو تو گویا عدل کا لفظ رکھنے سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ تم حُسن کے وصف سے اسی وقت آراستہ ہو سکتے ہو جب اپنی فطری طاقتوں کو مستقیم حالت پر رکھو اور افراط اور تفریط کی راہوں سے بچو۔ اب جب منبع کے حصول کا ذریعہ ہم کو معلوم ہو گیا تو اگلے دو مراتب یعنی احسان اور ایتاءِ ذی القربیٰ خود بخود ہم پر آسان ہو گئے۔ غرض اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانی ترقی کے مراتب کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی انکے حصول کا ذریعہ بھی ہم کو بتا دیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ شفقت علیٰ خلق اللہ کی جو اعلیٰ تعلیم اس آیت میں ہم کو دی گئی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ سب سے پہلے تو ہم کو عدل کی حالت اختیار کرنے کو کہا گیا ہے جو ذاتی حسن کے مرادف ہے اور اس کے بعد احسان کی حالت کی طرف ترقی کرنے کا فرمان ہے جو انسانی ترقی کا دوسرا زینہ ہے اور بالآخر اس انتہائی مقام کی طرف بلایا گیا ہے جہاں شفقت علیٰ خلق اللہ اپنے معراج کو پہنچتی ہے اور سب بنی نوع انسان محبت کے اعلیٰ مقام پر پہنچکر ایک خاندان کے حکم میں آجاتے ہیں اور بھائی بھائی بنجاتے ہیں۔ جائے غور ہے کہ کیا اس سے بڑھکر دنیا میں محبت اور امن اور آشتی پیدا کرنے والی کوئی تعلیم ہو سکتی ہے۔ یہ وہ مقام اور حالت ہے جب انسان دوسروں کے لئے ہر ایک قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور اپنی نظر کو اپنے نفس سے ہٹا کر اپنے ارد گرد کی چیزوں پر ڈالتا ہے اور اپنے وجود کو

درمیان سے بالکل نکال دیتا ہے اور محبت کے اس اعلیٰ سبق کو سیکھتا ہے جو خدا کا منشاء ہے کہ دنیا کے لوگ سیکھیں ؂

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ محبت اس قلبی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان اپنے اوپر سے نظر اٹھا کر دوسرے پر ڈالتا ہے اور اپنے وجود سے اسقدر دور ہو جاتا ہے کہ کوشش کرتا ہے کہ محبوب کے وجود میں اپنے وجود کو فنا کر دے اور مٹا دے۔ اس حالت کے پیدا کرنے کے لئے کسی محرک کا ہونا ضروری ہے چنانچہ وہ محرک حُسن ذاتی ہے جو اپنی شدت اور کمال کے مطابق بعض اوقات احسان کے نام سے اور بعض اوقات ایتاء ذی القربٰی کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک مسلّم طبعی تقاضا ہے کہ حُسن خواہ وہ کسی مقام اور ... ... درجہ کمال میں ہو طرف ثانی کے قلب میں محبت کی چنگاری پیدا کرتا ہے۔ پس ایک طرف اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں مسلمانوں کو حُسن کے تمام درجات حاصل کرنے کا حکم دینا اور دوسری طرف تمام بنی نوع انسان کی فطرت میں یہ بات رکھدینا کہ وہ حسن اور احسان کی طرف محبت کے جذبات کے ساتھ بے اختیار کھچے آویں۔ ایک ایسا حکیمانہ فعل ہے کہ اگر مسلمان قرآن شریف کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اور نہیں تو کم از کم اپنے فطری جذبات کو تعصبات سے آزاد کر دیں تو ایک دم میں یہ دنیا بہشت کا نمونہ بن سکتی ہے اور جو کہتے ہیں ان کے لئے بنتی ہے تبھی تو فرمایا کہ ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی جو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا یعنی اسکے احکام پر چلتا اور اسکے قواعد کی پابندی کرتا ہے اسکے لئے دو جنتیں ہیں۔ ایک آخرۃ میں اور ایک اسی دنیا میں۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

الامراض تشاع

والنفوس تضاع

(از حضرت مولوی شبیر علی صاحب بی۔ اے)

الہام مندرجہ عنوان خدا تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو ابتدائی زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوا۔ اور جو براہین احمدیہ میں ایسے وقت میں شائع ہوا جبکہ ان بیماریوں کا جو اسوقت دنیا میں خوفناک تباہی ڈال رہی ہیں نام و نشان موجود نہ تھا۔

اسی الہام کے مطابق دنیا میں طاعون کا مرض پھوٹا جس نے سب سے پہلے ہندوستان میں سر نکالا اور جس کی وجہ سے زیادہ تباہی پنجاب میں واقع ہوئی کیونکہ یہی لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے اوّلین مخاطب تھے۔ مگر خدا کے کلام میں ایک مرض کی خبر نہیں دی گئی تھی بلکہ امراض کا لفظ استعمال کیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جمع کا صیغہ استعمال فرما کر اس امر کی سالہا سال پہلے خبر دی تھی کہ صرف طاعون ہی سے یہ الہام پورا نہیں ہوگا بلکہ اور رنگ کی بیماریاں بھی دنیا میں پھیلینگی اور انکی وجہ سے بھی جانیں تلف ہونگی کیونکہ اس الہام کے یہی معنی ہیں کہ بیماریاں پھیلینگی اور جانیں ضائع ہونگی۔ چنانچہ اس الہام کو کامل طور پر پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے صرف طاعون پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اور اور بیماریاں بھی بھیجی ہیں اور دنیا کو یہ جتلانے کے لئے کہ یہ بیماریاں اللہ تعالیٰ کے خاص منشاء کے ماتحت پیدا ہو رہی ہیں اور کہ یہ معمولی بیماریاں نہیں بلکہ عذاب کے رنگ میں دنیا پر نازل ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے کہ نئی نئی قسم کی بیماریاں پیدا کر دی ہیں جو دنیا نے جہاں تک تاریخ پتہ دیتی ہے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ اور جنکو ڈاکٹر اور حکیم پُر اسرار بیماریوں کا نام دے رہے ہیں اور جن کا مقابلہ کرنے سے دنیا کی تمام طاقتیں اور تمام علوم اور تمام

سائنسیں عاجز ہیں اور دنیا حیران ہو کر پوچھ رہی ہے کہ اب کیا ہونیوالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا اسلئے کیا ہے کہ دنیا حیرت میں مبتلا ہو کر ان تغیرات و عجائبات کی اصل وجہ دریافت کرنے کی طرف متوجہ ہو اور پھر ڈھونڈتے ڈھونڈتے ان لوگوں کی آواز کو سُنے جو عرصہ دراز سے پکار رہے ہیں کہ یہ آفات اللہ تعالیٰ کی قدیم سُنّت کے مطابق اسلئے صفحہ دنیا پر ظہور کر رہی ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کے ایک فرستادہ کا زمانہ ہے اور خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سے سُنّت ہے کہ اپنے فرستادوں کے زمانہ میں طرح طرح کی آفات دنیا پر نازل فرماتا ہے جنکی غرض یہ ہوتی ہے کہ سوئی ہوئی دنیا بیدار ہو اور اُس کو معلوم ہو کہ دنیا میں خدا کا ایک فرستادہ ظاہر ہو چکا ہے اور اُسکا فرض ہے کہ اُسکی آواز پر کان دھرے اور جس راہ پر وہ چلانا چاہتا ہے اُسکو اختیار کرے تا ہر دو عالم کی بہتری اُسے حاصل ہو۔ اس سُنّت اللہ کا ذکر قرآن شریف میں بالصراحت موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذ نا اھلھا بالباساء و الضراء لعلھم یضّرّعون (اعراف - ع ۱۲) یعنی ہم نے کبھی بھی کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو قحطوں اور بیماریوں تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں تاکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکیں۔ اسی طرح سورہ انعام میں اللہ فرماتا ہے۔ ولقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک فاخذنٰھم بالباساء والضراء لعلھم یتضرعون (انعام - ع ۵) یعنی ہم نے اُن اُمتوں کی طرف جو تجھ سے پہلے گذری ہیں رسول بھیجے اور اُنکو قحطوں اور بیماریوں اور دیگر تکلیفیں پکڑا تاکہ وہ تضرع اختیار کریں۔ ان ہر دو آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر نبی اور رسول کے زمانہ میں اُن لوگوں میں جنکی طرف وہ نبی اور رسول مبعوث ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ قسم قسم کی آفات ارضی و سماوی نازل کرتا ہے خصوصاً قحط اور بیماریاں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں انہماک

کی وجہ سے سخت دل ہو گئے ہیں اُنکے دل نرم ہوں اور وہ عاجزی اختیار کریں۔ اسی سُنّت اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا میں رنگ برنگ کی آفات کو ظاہر فرمایا مثلاً جنگ۔ زلازل۔ طوفان۔ قحط۔ وبائیں وغیرہ اور چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کل دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے تمام ممالک اور تمام اقوام کو ان آفات کا نشانہ بنایا اور دنیا میں کوئی ملک یا قوم ایسی باقی نہیں چھوڑی جس نے ان بلاؤں کا مزہ نہیں چکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا منشاء جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں ان آفات ارضی وسماوی کے نازل کرنے سے یہ ہے کہ دنیا حضرت مسیح موعودؑ کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور آپ کے دعوے کو توجہ سے سُنے۔ دنیا اسوقت طرح طرح کی بلاؤں کا تختہ مشق بنی ہوئی ہے اور وہ ان بلاؤں کے متواتر اور نہ ختم ہونے والے سلسلہ کو دیکھکر تعجب کرتی ہے کہ یہ غیر معمولی آفات کیوں اس زمانہ میں ایسے خوفناک رنگ میں ظاہر ہو رہی ہیں اور جب اُنکو معلوم ہوگا کہ ان آفات کی خبر خدا کے ایک مرسل نے سالہا سال پہلے دیدی تھی اور کہ یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور نبیوں کے زمانہ میں دنیا پر آفات نازل کرتا ہے اور کہ اسی سُنّت کے مطابق اس زمانہ میں تمام روئے زمین پر خطرناک مصائب کا دَور جاری ہے تب اُمید کی جاتی ہے کہ بہت سی سعید روحیں حق کو قبول کرینگی۔ دنیا کے تمام حصوں میں اسوقت جو خطرناک مصائب نازل ہو رہے ہیں وہ دنیا کو سلسلہ احمدیہ کو لبیک کہنے کے لئے تیار کر رہے ہیں اور حق کا بیج بونے کے لئے زمین کو درست کر رہے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے تو اُسکے بعد زمیندار ہل لیکر زمین میں جاتا ہے اور اُسکو لوہے کے پھالے کے ساتھ چیرتا اور پھاڑتا ہے اور پھر ایک بار نہیں کئی بار زمین کو اپنے ہل کے ساتھ تہ و بالا کرتا ہے پھر موٹے موٹے ڈھیلوں کو توڑتا اور کانٹوں اور جھاڑیوں کو اُکھاڑ کر باہر پھینکتا ہے۔ اور پھر اُسکو اپنے آلات قلبہ رانی

کے ساتھ ہموار کرتا ہے۔ تب وہ زمین اس قابل ہوتی ہے کہ وہ کسان کے ڈالے ہوئے بیج کو قبول کرے۔ یہی حال روحانی تخم ریزی کا ہے۔ جب خدا کا کوئی مرسل دنیا میں مبعوث ہوتا ہے اور روحانی بارش نازل ہوتی ہے تب اللہ تعالیٰ روئے زمین پر مختلف قسم کے مصائب نازل کر کے اہل دنیا کی طبائع کو حق کے قبول کرنے کے لئے تیار کرتا ہے اور اب جو تم دیکھتے ہو کہ دنیا مختلف اقسام کے مصائب کے نیچے روندی جا رہی ہے اور اس کے مختلف حصے کھیتی کی مٹی کی طرح تہ و بالا کئے جا رہے ہیں کہیں جنگ ہو رہی ہے کہیں زلزلے آتے ہیں۔ کہیں بیماریاں پھوٹتی ہیں۔ کہیں خطرناک طوفان آتے ہیں۔ کہیں قحط نمودار ہے کہیں بے امنی اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ کہیں جہاز غرق ہوتے ہیں۔ کہیں ہوا سے گولہ باری ہو رہی ہے کہیں فساد اور خونریزی کا نظارہ نظر آتا ہے۔ کہیں خانہ جنگیاں جاری ہیں۔ کہیں طغیانیاں انسانوں اور حیوانوں پر تباہی لاتی ہیں۔ کہیں ملکی شورش برپا ہے۔ کہیں ملک ویران ہو رہے ہیں۔ کہیں شہر گر رہے ہیں۔ یہ غیر معمولی واقعات آج دنیا میں کیوں واقع ہو رہے ہیں۔ یہ صرف اسلئے کہ خدا نے ایک رسول کو بھیجا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک نبی کو مبعوث کیا اور اُسکے ساتھ روحانی بارش نہایت زور سے برسائی اور ٹھیک جس طرح اپنے کھیت کو بارش کے بعد بیج کے قبول کرنے کے لئے کسان تیار کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اہل دنیا کو طرح طرح کے آفات کا تختہ مشق بنا کر حق کے قبول کرنے کے لئے تیار کر رہا ہے۔ اور تمام کارروائی بڑی سرعت سے ہو رہی ہے تا دنیا بہت جلدی حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاوے۔

جیسا میں اوپر بیان کر چکا ہوں اُن مصائب میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں روئے زمین پر نازل کیا وبائیں اور بیماریاں بھی ایک

نمایاں حصہ لے رہی ہیں اور ان وباؤں کی خبر اللہ تعالیٰ نے سالہا سال پہلے اپنے مبلغ کو اُس الہام کے ذریعہ دیدی تھی جسکو مَیں اوپر نقل کر آیا ہوں اور جیسا کہ مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس الہام میں اس بات کی بھی خبر دیدی تھی کہ عذاب کے رنگ میں صرف ایک بیماری نہیں پھیلیگی بلکہ ایک سے زیادہ۔ چنانچہ اس الہام کے مطابق صرف ایک ہی وبا دنیا میں نمودار نہیں ہوئی بلکہ ایک سے زیادہ بیماریاں نسل انسان کا شکار کر رہی ہیں۔ طاعون آج سے بیس بائیس سال پہلے ہندوستان میں نمودار ہوئی اور اُسوقت سے انسانوں کا صفایا کر رہی ہے مگر چونکہ قریباً ۱/۴ صدی سے طاعون اپنا کام کر رہی ہے اسلئے اتنے عرصہ میں لوگ کسی قدر اسکے عادی ہو گئے تھے اور وہ خوف اور گھبراہٹ جو لوگ شروع شروع میں اسکی وجہ سے ظاہر کرتے تھے اُس میں اب کمی آچکی تھی اسلئے خدا تعالیٰ نے مغرب سے ایک اور وبا ہندوستان میں بھیجی ہے جو اپنی رفتار میں طاعون سے بدرجہا تیز رو ہے اور جو چند ہی مہینوں میں ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایک بھڑکنے والی آگ کی طرح پھیل گئی ہے اور پھر طاعون کی طرح اس کا دورہ سالانہ نہیں بلکہ یہ لوٹ لوٹ کر بار بار حملے کرتی ہے۔ اس وبا کی جائے پیدائش ہسپانیہ نام یورپ کا ایک ملک ہے۔ ۲۷ مئی ۱۹۱۸ء کو ایک تار دنیا کے تمام اخبارات میں شائع ہُوا جس کا مضمون یہ تھا کہ

"شاہ الفانسو۔ اور وزیر اعظم مع دیگر وزرائے سلطنت کے۔ نیز ہسپانیہ (سپین) کی رعایا میں سے ۳۰ فیصدی آدمی ایک ایسی وبائی بیماری کا شکار ہو رہے ہیں جسکی حقیقت و ماہیت اِتنک معلوم نہیں ہوئی ہے۔" اسکے بعد ابھی ایک ہی مہینہ گذرا تھا کہ بمبئی کے ہیلتھ آفیسر نے شروع جولائی ۱۹۱۸ء میں شور مچانا شروع کیا کہ وہی بیماری جسکی نسبت ہسپانیہ سے تاریں تمام دنیا میں پھیل گئی تھیں بمبئی میں بڑے زوروں پر ہے اور بمبئی کا

ہلیتھ آفیسر ابھی شور مچا ہی رہا تھا کہ ہندوستان کے مختلف شہروں سے یکے بعد دیگرے آوازیں اُٹھنی شروع ہوئیں کہ جس بیماری کی خبر بمبئی کا ڈاکٹر دیتا ہے وہ ہمارے شہر میں بھی نمودار ہوگئی ہے اور بڑے زور پر ہے۔ چنانچہ بمبئی کے ساتھ ہی کلکتہ۔ مدراس رنگون اور دیگر مقامات سے خبر آئی۔ کہ ہسپانیہ والا بخار اِن شہروں میں بھی پھیل رہا ہے۔ اگرچہ اس وباء کو ہندوستان میں پہنچے تین مہینے ہوئے ہیں مگر اب تک وہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں نہ صرف شہروں اور قصبات میں پھیل گیا ہے بلکہ دیہات میں بھی زوروں پر ہے۔ اور جس مقام میں یہ وبا داخل ہوتی ہے وہاں غیر معمولی سرعت سے تمام آبادی میں پھیل جاتی ہے اور گھروں کے گھر اور خاندانوں کے خاندان یک لخت اس کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور یہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب یہ لوٹ کر حملہ کرتی ہے تو اس کا حملہ پہلے کی نسبت زیادہ سخت ہوتا ہے چنانچہ بمبئی پر اب بھی بیماری دوبارہ حملہ آور ہوئی ہے اور اب پہلے کی نسبت زیادہ مہلک ثابت ہوئی ہے۔ سات آٹھ سو آدمی روزانہ اس مرض کا شکار ہوتے ہیں اکثر اِس سے نمونیا کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے!) اس وقت قریباً تمام ہندوستان میں یہ بیماری پھیل گئی ہے اور ایسا ہی یورپ میں بھی۔ اور یورپ کے میدانِ جنگ کی فوجوں پر بھی یہ وبا حملے کر رہی ہے۔ سپین کا ایک اور تازہ مظہر ہے کہ یہ بیماری دوبارہ ملک سپین کو تباہ کر رہی ہے اور خود بادشاہ سپین بھی اس میں گرفتار ہے۔ اس وقت مجھے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ایک رویا یاد آیا ہے جو آپ نے قریباً چار سال ہوئے اپنے خدام کو سُنایا تھا اور جو اسوقت شائع بھی ہو گیا تھا*۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بڑا خطرناک سیلاب آیا ہے جس میں لوگ غرق ہو رہے ہیں اور نہایت ہی خوفناک نظارہ ہے اور آپ ایک اونچی جگہ پر چلے گئے ہیں اور اس وقت آپ کے ساتھ چودھری فتح محمدؐ صاحب بھی ہیں (جو اُن دنوں ولایت میں تھے مگر آجکل جو رؤیا کے پورا ہونے کا وقت ہے وہ رؤیا کے مفہوم کے مطابق قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں حاضر ہیں۔ چودھری صاحب کا ساتھ ہونا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ

* رؤیا پوری تفصیل کے ساتھ الفضل مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ منہ

یہ رؤیا ایسے وقت میں پورا ہو گا جبکہ چودھری صاحب ولایت سے واپس آکر قادیان میں موجود ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہؤا) اور جس مکان پر حضرت صاحب تشریف رکھتے ہیں وہاں بھی پانی کچھ کچھ پھوٹنے لگ گیا ہے۔ اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ دُعا پڑھنی شروع کی...... اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اِھْتَدَیْتُ بِھُدٰیكَ وَاٰمَنْتُ بِنَبِیِّكَ اور یہی دُعا اس طرح بھی پڑھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اِھْتَدَیْتُ بِھُدٰیكَ وَاٰمَنْتُ بِمَسِیْحِكَ یعنے اے خُدا میںنے تیری ہدایت کے ساتھ ہدایت حاصل کی اور تیرے مسیح پر جو نبی ہے ایمان لایا۔[۴۴] یہ دُعا سکھانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس طوفان سے بچنے کے لئے دُعا کرنی چاہئے اور خُدا کے مسیح پر جس نے اسکی قبل از وقت خبر دی تھی سچے دل سے ایمان لانا چاہئے اور اسکی تعلیم پر عمل کرنا چاہئے۔ ان عذابوں سے بچنے کے لئے آج یہی ایک راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنیکی توفیق بخشے۔ آمین۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا یہ رؤیا بندہ کے خیال میں موجودہ وبا کے بارہ میں ہے کیونکہ سیلاب سے مراد علم تعبیر رؤیا میں وبا ہی ہوتی ہے پہلے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عام طور پر امراض کے پھیلنے کی خبر دی اور پھر جب ان امراض میں سے ایک مرض یعنی مرض طاعون کے پھیلنے کا وقت آیا تو خصوصیت کے ساتھ اسکے متعلق خبر دی۔ اور پھر جب ایک اور وبائے شدید کے پھیلنے کا وقت قریب آیا تو حضرت مسیح موعود کے سچے نائب یعنے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو اللہ تعالیٰ نے اسکی قبل از وقت خبر دی (اس میں غیر مبائعین کے لئے ایک سبق ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے سچے نائب ہوتے تو چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ اس آنیوالے عذاب کی بجائے سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے جناب مولوی محمد علیصاحب کو خبر دیتا مگر اللہ تعالیٰ نے اسکے برعکس کیا۔ جس سے معلوم ہؤا کہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خدا تعالیٰ کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کے سچے نائب ہیں اور جو لوگ مولوی محمد علیصاحب کو خلیفۃ المسیح کہتے ہیں وہ اپنے اس قول میں خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں) غرض اس وبا کا پھیلنا حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک کھلا کھلا نشان ہے کیونکہ اس سے حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام پورا ہوتا ہے جو آپ سے قریباً ۳۳ سال قبل براہین احمدیہ میں شائع ہؤا اور جسکے الفاظ میں اس مضمون کے عنوان میں نقل کر چکا ہوں یعنے یہ کہ الامراض تشاع والنفوس تضاع یعنے بیماریاں پھیلینگی اور جانیں ضائع ہونگی اللھم انی اھتدیت بھدیك وامنت بنبیك۔ اللھم انی اھتدیت بھدیك وامنت بمسیحك +

[۴۴] اس رؤیا کے وقت خود حضرت مسیح موعود گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا یہی دعا پڑھو۔

ریویو

سلسلہ دینیہ نمبرا۔ مؤلفہ جناب میاں محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان

یہ بتیس ۳۲ صفحوں کا ایک رسالہ ہے جو بچوں کی تربیت اور مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے لئے لکھا گیا۔ اس میں ۵۰ مختلف سبق ہیں۔ جن میں بہت مفید باتیں۔ اخلاق اور عقائد کے متعلق بچوں کو سکھانے کے لئے لکھی گئی ہیں عبارت بہت سہل ہے۔ جس کو بچے بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ بچوں کے لئے یہ رسالہ بہت مفید ہے۔ کاغذ اور چھپوائی بھی بہت اچھی ہے **قیمت** صرف ۲/ مؤلف سے مل سکتا ہے

حقیقۃ الرؤیا

یعنی

خواب کی حقیقت

کونسا احمدی ہے۔ جسے کبھی نہ کبھی کوئی خواب نہ آئی ہو۔ اور وہ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہوا ہو۔ اگر کوئی نہیں۔ تو پھر ہر ایک کا فرض ہے کہ حقیقۃ الرؤیا کے نام سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی جو کتاب حال میں شائع ہوئی ہے اسے منگوا کر پڑھیں۔ اور جب کوئی خواب آئے تو اس سے حقیقت معلوم کرلیا کریں۔ یہ کتاب بہت عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ اعلےٰ درجہ کے سفید کاغذ پر شائع ہوئی ہے۔ حجم ۱۲۵ صفحہ **قیمت ۱۰/** **ملنے کا پتہ۔** **دفتر ایڈیٹر الفضل قادیان**

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی مشہور دوائیوں کا اشتہار

تار کا پتہ
کیمفر

جیسا کیا ہے جو ایک دوسرے کو آرام نہ پہنچا سکے۔ اسی خیال پر ڈاکٹر ایس کے
برمن کی دوائیاں [illegible] سے بہت سستی بکتی ہیں

پوسٹ بکس
نمبر ۵۵۴

نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت
عرق کافور ہیضہ		گھیگھا کے کھانے		بدہضمی اور بدہضمی کے		پیپر منٹ کاست	۴ر
کی دوا۔	۴ر	کی دوا۔	۱۲ر	دست کی گولیاں	عہر	روغن پیپر منٹ	۱۰ر
دستہ کی دوا۔	عہر	پین ہیلر۔ اندرونی		درد سر کی دوا۔	۶ر	روغن رینڈی	۶ر
بخار کی دوا		اور بیرونی درد	۱۲ار	طاعون کی گولیاں		روغن صندل	۶ر
شیشی کلاں	۱۴ر	کی دوا۔		بڑی ٹکیہ	۱۲ر	روغن اجوائن	۶ر
بخار کی دوا		کھانسی کی دوا کلاں شیشی	عہر	عرق پودینہ		روغن سونٹھ ادرک	۸ر
شیشی خورد۔	۸ر	کھانسی کی دوا خورد شیشی	۸ر	بدہضمی کی دوا	۸ر	روغن سونف	۴ر
سالسہ خون صاف		کان بہنے کی دوا۔	۴ر	کلوروڈائن ہیچش		روغن دارچینی	۶ر
کرنے کی دوا۔	عار	داد کا مرہم۔	۴ر	کی دوا۔	۶ر	روغن لونگ	۴ر
سینی لائن۔ خون		زخم کا مرہم	۵ر	لال شربت بچوں کیلیئے		روغن لیموں	۴ر
بند کرنے کی دوا	عہر	زخم دھونیکی ٹکیہ	ار	طاقت کی دوا۔	۱۲ار	روغن الائچی	۶ر
پورانا سوزاک	عہر	مقوی باہ کی گولیاں	عہ	خارشس کھجلی		لیونڈر۔	۶ر
گرمی۔	۸ر	پرانے ملیریا بخار		کی دوا	۸ر	جلاب کی گولیاں	۵ر
کولا ٹانک طاقت کی دوا	عہر	کی گولیاں۔	۸ر	امراض مستورات		نمونہ کا بکس	۸ر
گھیگھا کے لگانیکی دوا	۴ر						
		کونین کی ٹکیہ۔	۸ر	کی دوا۔	عہر	......	
		....		امراض دندان کی دوا	۴ر	....	

[illegible]

یہ کارخانہ
چونتیس سال سے
جاری ہے

مفصل حالات
کی فہرست مفت
منگا کر دیکھیے

ڈاکٹر ایس کے برمن تارا چند دت
اسٹریٹ نمبر ۵ کلکتہ

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب پرنٹر و پبلشر طبع ہوا)